بحث ونظر

# عورت سے متعلق بعض احادیث کا مطالعہ

## (سیاق وسباق کی روشنی میں)

محترمہ سمیعہ نازش

مترجم: مولانا محمد شعیب ندوی

احادیث رسول ﷺ کا تحقیقی مطالعہ کرتے وقت ضروری ہے کہ ان میں باہمی ربط، سیاق وسباق اور مفہوم و مدعا کو پیش نظر رکھا جائے۔ کیوں کہ کسی عبارت کو سمجھنے کے لیے سیاق وسباق اور پس منظر کا کلیدی رول ہوتا ہے۔ اسی صورت میں اس کا صحیح فہم حاصل ہوسکتا ہے اور کلام کی غرض و غایت بخوبی واضح ہوسکتی ہے۔ اس سے احادیث نبوی ﷺ پر ہونے والے اعتراضات کا ازالہ ہوجائے گا، شکوک وشبہات رفع ہوجائیں گے اور اشکالات کا خاتمہ ہوجائے گا۔ عورت سے متعلق وارد احادیث پر بہت سے اعتراضات و اشکالات کیے گئے ہیں۔ اس مقالے میں سیاق وسباق کی روشنی میں ان کا مطالعہ کیا جائے گا۔ اس ضمن میں درج ذیل سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی:

(۱) سیاق کا مفہوم کیا ہے؟ اور کیا نص کے معنی مراد سمجھنے میں اس کا کوئی کردار ہے؟

(۲) حدیث نبوی کے بلاغی پہلو میں سیاق کی کیا اہمیت ہے؟

(۳) کیا موقع ومحل کی تبدیلی سے نصوص کے معانی ومفاہیم بدل جاتے ہیں؟

(۴) نص کے فہم اور اس سے استنباط میں سیاق کو نظر انداز کرنے کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟

اس مقالے میں عورت سے متعلق سات (۷) اعتراضات وشبہات کا مطالعہ کیا جائے گا۔ یہ اعتراضات جن احادیث پر مبنی ہیں، وہ صحیح بخاری میں آئی ہیں۔

## سیاق کا مفہوم اوراس کی بلاغی اہمیت

سیاق کا مادہ 'س وق' ہے، جس کے معنی ہیں چلانا۔ عربی زبان میں بازار کو سوق کہتے ہیں، کیوں کہ تمام اشیاء اس کی طرف کھینچ کر جاتی ہیں۔[۱]

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں: '**تساوقت الابل**' کا مطلب ہے اونٹوں کا ترتیب وار صف درصف چلنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال کلام کے لیے ہونے لگا۔ **هو يسوق الحديث أحسن سياق** (وہ بہت ہی مرتب انداز سے بات کرتا ہے)۔[۲]

اصطلاحی طور پر سیاق کے معنیٰ میں اور بھی الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً حال، دلیل، قرینہ، مقام، موقف وغیرہ۔ ابن دقیقؒ العید فرماتے ہیں: سیاق متکلم کے معنیٰ مراد پر دلالت کرتا ہے، اس کے کلام کے اجمال کی تفصیل اور احتمال کی تعیین کرتا ہے۔[۳]

بعض معاصرین نے سیاق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''سیاق مربوط جملوں کے تعلق کو واضح کرنے کی اہم بنیاد ہے۔ یہ ایک جز کا دوسرے اجزا سے باہمی ربط بتانے کی اساس ہے۔ سیاق صرف جملوں کی ہی غرض وغایت کو ظاہر نہیں کرتا، بلکہ وہ مفرد الفاظ کے باہمی ربط کی طرف بھی رہ نمائی کرتا ہے۔''[۴]

سیاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) سیاق المقال (۲) سیاق المقام۔ سیاق المقال کا مطلب یہ ہے کہ صوتی، صرفی ونحوی اور لغوی مباحث کو پیش نظر رکھا جائے، الفاظ، جملوں، فقروں اور کلام کے اجزا کا مطالعہ کیا جائے، کیوں کہ ایک لفظ دوسرے الفاظ سے مل کر اپنے معنی ادا کرتا ہے اور یہ صرف ایک ہی جملے میں نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات جملوں، صفحات، فصول، ابواب، بلکہ پوری کتاب یا پوری سورت کو سامنے رکھ کر مفہوم متعین ہوتا ہے۔ سیاق المقام سے مراد ان احوال و کوائف سے واقفیت حاصل کرنا ہے جن میں کوئی بات کہی گئی ہے، یا نص وارد ہوئی ہے، کیوں کہ نص پر متعدد عناصر اثر انداز

ہوتے ہیں: ایک متکلم، دوسرا مخاطب، تیسرا کلام کا موضوع اور اس کی غرض و غایت، چوتھا زمان ومکان۔ پانچواں ماحول۔

متقدمین علمائے بلاغت نے اپنی تحقیقات میں سیاق وسباق کی بلاغی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مشہور مقولہ ہے: **لکل کلمة مع صاحبتها مقام**۵ (ہر لفظ کا ایک دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر ایک موقع ومحل ہوتا ہے۔) اس میں لغوی اور غیر لغوی دونوں سیاقوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ ایک اور مختصر مقولہ ہے: **لکل مقام مقال**۶ (ہر جگہ کی مناسبت سے ایک بات ہوتی ہے۔) جگہ سے مراد وہ تمام حالات اور پس منظر ہے جس میں وہ بات کہی جارہی ہے۔ اگر کسی نص کے سیاق وسباق کا اعتبار نہ کیا جائے تو بسا اوقات نص کے فہم میں غلطی کا امکان رہتا ہے، خواہ یہ غلطی مکمل نص کو سمجھنے میں ہو یا جزوی طور پر۔ اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل جہات سے سیاق کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

۱۔ پورا قرآن، اسی طرح حدیث کا پورا مجموعہ ایک لفظ کی طرح ہے۔ چنانچہ ایک آیت سے کوئی مفہوم دوسری آیت کو نظر انداز کر کے نہیں نکالا جاسکتا۔ اسی طرح کسی حدیث کا مفہوم دوسری احادیث کو نظر انداز کر کے نہیں متعین کیا جا سکتا، بلکہ سب کو سامنے رکھ کر کسی آیت یا حدیث کا مفہوم طے کرنا ہوگا۔ اتباع کے معاملے میں تمام آیات واحادیث کا درجہ برابر ہے۔ جو شخص اس کے علاوہ کوئی بات کہے گا اس کی بات بے دلیل ہوگی۔۷ مثال کے طور پر قرآن کریم میں ہے: **ذُقْ إِنَّکَ أَنتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ**۔ الدخان: ۴۹۔ (چکھ، تو بڑا زبردست عزت دار آدمی ہے۔) اگر ہم اس آیت کو اس کے سیاق وسباق سے ہٹا دیں تو قطعاً اس کے صحیح معنیٰ ومراد تک نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن اگر اس کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہاں اس کا الٹا مفہوم مراد ہے کہ 'تو کمزور اور حقیر ہے'۔ اس لیے کہ کلام کا سیاق کافر اور اس کی سزا پر دلالت کر رہا ہے۔

۲۔ کبھی کبھی سیاق وسباق کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے نص کو سمجھنے یا اس سے حکم مستنبط کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ سیاق کو نظر انداز کر دینے سے حقیقی معنیٰ و

مراد تک نہیں پہنچا جا سکتا۔اس کی مثال صحیح بخاری کی یہ روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : **الَّذِیْنَ آمَنُوا وَلَمْ یَلْبِسُوا إِیْمَانَھُم بِظُلْمٍ أُولَئِکَ لَھُمُ الأَمْنُ وَھُم مُّھْتَدُونَ۔** الانعام : ۸۲۔(جولوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا، حقیقت میں امن انہی کے لیے ہےاور وہی راہ راست پر ہیں۔) توصحابہؓ پر یہ بات بہت گراں گزری اور انھوں نے کہا کہ ہم میں سے کون ہوگا جس کے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہ ہوئی ہو؟ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس کے معنی وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ کیا تم نے حضرت لقمان کے اس قول کو نہیں سنا: **إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ**۔لقمان: ۱۳۔ (بے شک ،شرک بہت بڑا ظلم ہے۔) اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ انعام کی آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔امام شاطبیؒ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: ’’سیاق کلام اس بات پر دلالت کرر ہا ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد خاص طور سے شرک کی انواع واقسام ہیں، کیوں کہ پوری سورہ میں توحید کا بیان ہے اور شرک کا ابطال کیا گیا ہے۔اس آیت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے، جس میں انھوں نے قوم کے سامنے ستارے، چاند اور سورج کے معبود ہونے کا انکار کیا ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ظلم کی شرک سے بڑی کوئی قسم نہیں ہے۔ ۸؎

۳۔ اختلاف کی صورت میں ترجیحی پہلو کو اجاگر کرنے، ناسخ ومنسوخ پر دلالت کرنے، احادیث کی شان ورود کی معرفت، عام کو خاص اور خاص کو عام کرنے، مجمل کو مفصل اور محتمل کی تعیین کرنے میں سیاق کا اہم کردار ہے۔علامہ ابن قیمؒ سیاق وسباق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’سیاق مجمل کی وضاحت، محتمل کی تعیین، عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتا ہے۔لہٰذا سیاق متکلم کے معنی ومراد اور اس کے کلام کی غرض وغایت پر دلالت کرنے والا سب سے اہم قرینہ ہے۔جس نے سیاق کو نظر انداز کیا اس نے متکلم کے معنی و مراد کو سمجھنے میں صریح غلطی کی‘‘۔ ۹؎ اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: **لیس من البر الصوم فی السفر**۔ ۱۰؎ (سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے۔) اس میں اگر سیاق کو نظر انداز کردیا جائے تو اس کا مطلب یوں سمجھا جائے گا کہ سفر میں روزہ رکھنا باعث ثواب نہیں، یعنی سفر میں روزہ رکھنا درست نہیں ہے، لیکن سیاق کو پیش نظر رکھا جائے تو

حدیث کا صحیح مفہوم بالکل واضح ہوجاتا ہے۔ سیاق یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ سفر میں تھے۔ آپؐ نے ایک جمِ غفیر کو دیکھا۔ اس میں ایک آدمی کے اوپر سایہ کیا گیا تھا۔ آپؐ نے دریافت کیا: یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص روزے دار ہے۔ تب آپؐ نے یہ جملہ فرمایا۔ حدیث کا سیاق اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ قول متعین شخص کے لیے ہے۔ وہ حالت سفر میں روزہ رکھنے کی وجہ سے بدحال تھا، اسی لیے اس پر سایہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ حالت سفر میں دشواری ہوتو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اس حدیث کو اس کے عموم پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

اب ہم عورت کے بارے میں چند احادیث کا مطالعہ کریں گے اور واضح کریں گے کہ سیاق کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے ان کے صحیح مفہوم تک رسائی نہیں ہوئی ہے۔

## ۱۔ کیا عورت باعثِ نحوست ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **الشؤم فی المرأۃ والدار والفرس** ۱۱؎ (نحوست تین چیزوں میں ہے: عورت گھر اور گھوڑا۔) دوسری روایت میں شروع میں 'انما' کا لفظ ہے۔ ۱۲؎ یعنی نحوست صرف انہی تین چیزوں میں ہے۔ تیسری روایت کی ابتدا میں '**لا عدوی ولا طیرۃ**' کا اضافہ ہے۔ ۱۳؎ یعنی بیماری کا متعدی ہونا اور بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان توہمات کی تردید فرمائی جن میں اہل جاہلیت مبتلا تھے۔ اس موضوع پر ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نحوست کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: **ان کان الشؤم فی شیئ ففی الدار والمرأۃ والفرس**۔ ۱۴؎ (اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔) اسی مضمون کی ایک دوسری روایت حضرت سہل بن سعدؓ سے بھی مروی ہے۔ ۱۵؎

اس روایت کا سیاق اس بات کی وضاحت کرر ہا ہے کہ جب لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے پاس نحوست کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو وہ عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوتی، لیکن جب ان میں بھی نہیں ہے تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ کسی چیز میں نہیں ہے۔ امام طبریؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے: ”نبی کریم ﷺ کے اس قول سے نحوست کا اثبات نہیں، بلکہ نفی ہو رہی ہے۔ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو ان تینوں میں ہوتی، لیکن جب ان میں نہیں ہے تو کسی چیز میں نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ اگر گھر میں کوئی ہوتا تو زید ہوتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھر میں زید ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں زید ہے نہ اور کوئی ہے۔[۱۶] دونوں حدیثوں کے سیاق میں نبی ﷺ نے شرط کا سلوب اپنایا، یہ واضح کرنے کے لیے کہ شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے جزا بھی نہیں پائی گی۔ اس موقع پر آپؐ نے عورت، گھر اور گھوڑے کو خاص کیا۔ اس لیے کہ زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کے نزدیک ان تینوں چیزوں میں نحوست کی بات عام تھی۔ وہ ان کے بارے میں بدشگونی کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس جاہلی عقیدے کی بیخ کنی کرنے کے لیے ان میں نحوست کی نفی کی۔

رہی بات ان روایات کی جو جملۂ اسمیہ (الشؤم فی المراۃ و الدار و الفرس) اور قصر (أنما الشؤم فی ثلاثة) کے اسلوب میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ راویوں کا تصرف اور اختصار ہے، جیسا کہ علامہ البانیؒ نے بیان کیا ہے: ”حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نحوست کسی بھی چیز میں نہیں ہے، کیوں کہ اس حدیث کے معنیٰ یہ ہیں کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو ان تینوں میں ہوتی، لیکن اصلا وہ کسی بھی چیز میں نہیں۔ لہٰذا جو روایات جملۂ اسمیہ اور لفظ قصر 'انما' سے وارد ہوئی ہیں وہ راویوں کا تصرف و اختصار ہے۔[۱۷] اس مفہوم کی تائید حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ ان کے پاس ایک مرتبہ بنو عامر کے دو آدمی آئے اور ان کے سامنے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ غضب ناک ہوگئیں اور فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات کبھی نہیں کہی“۔ بلکہ آپ نے یہ فرمایا کہ اہل جاہلیت ان چیزوں سے بدفالی لیتے تھے۔[۱۸]

## ۲۔ کیا نمازی کے آگے سے عورت کا گزرنا مُفسدِ صلوٰۃ ہے؟

ایک روایت میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ کے سامنے نواقض نماز کا

تذکرہ کیا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ عورت، کتا اور گدھا نمازی کے آگے سے گزر جائیں تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کا سختی سے انکار کیا اور فرمایا: ''تم لوگوں نے عورتوں کو گدھوں اور کتوں کے برابر بنا دیا۔ جب حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے تو میں آپؐ کے آگے تخت پر لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش آتی تو چپکے سے وہاں سے اٹھ جاتی تھی''۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ فرماتی ہیں: ''جب اللہ کے رسول ﷺ سجدہ کرنا چاہتے تو مجھے اپنے ہاتھ سے ٹھوکا لگاتے، چنانچہ میں اپنا پیر سمیٹ لیتی۔ اس کے بعد جب آپؐ قیام کی حالت میں چلے جاتے تو پھر اپنا پیر پھیلا لیتی تھی۔ اس زمانے روشنی کا انتظام نہیں تھا''۔۱۹؎ یہ روایت مختلف طرق و اسالیب میں وارد ہوئی ہے: جملۂ اسمیہ، لام تاکید، جملۂ حالیہ، جملۂ فعلیہ وغیرہ۔ ان تمام روایات میں اس بات کی تاکید ہے کہ یہ تصور کہ عورت اگر نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، بالکل لغو اور باطل ہے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ حضور ﷺ اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی تھیں۔ یہ ایک دو دن کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہا ایسا ہوتا تھا، لیکن آپؐ نے کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ نہ ان کے سامنے لیٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی توجہ اور انہماک میں خلل پڑا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ آپ کی زوجہ تھیں، یا رات میں گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے اور اندھیرا ہوتا تھا، یا آپؐ اپنی خواہشات پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والے تھے۔ بہ ہر حال آپؐ نے اس صورت میں نماز فاسد ہو جانے کا اظہار نہیں کیا۔

پھر لوگوں کے درمیان یہ بات کیسے عام ہو گئی کہ ان تین کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ شاید اس کا سبب صحیح مسلم کی یہ روایت ہو جو حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **یقطع الصلاۃ المرأۃ و الحمار و الکلب و یقی ذلک مثل مؤخرۃ الرحل**۔۲۰؎ (عورت، گدھا اور کتا کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ کجاوہ کے آخری حصے جیسی کوئی چیز سامنے رکھ لی جائے۔) یہ حدیث عورت، گدھے، کتے کے قاطع نماز ہونے کے معاملے میں صریح ہے، کیوں کہ لغوی

سیاق یعنی صیغۂ مضارع ان تینوں چیزوں کے نمازی کے سامنے گزرنے کو قاطع نماز قرار دے رہا ہے اور اس پر ابھارا جا رہا ہے کہ سترہ رکھ لیا جائے، تب نماز باطل نہیں ہوگی۔ حدیث کے سیاق سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزر جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی مفہوم کی روایت حضرت عون بن ابی جحیفہؓ سے مروی ہے: **سمعت أبی أنّ النبی ﷺ صلی بھم بالبطحاء و بین یدیه عنزة الظھر رکعتین و العصر رکعتین، تمرّ بین یدہ المرأة والحمار** ۲۱ (میں نے اپنے والد سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام بطحاء میں ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت پڑھائی۔ آپؐ نے اپنے سامنے نیزہ رکھ لیا تھا۔ اس کے سامنے سے عورت اور گدھے وغیرہ گزرتے تھے۔ اس مفہوم کی دیگر روایات بھی مختلف الفاظ کے ساتھ مذکور ہیں۔ ان تمام میں نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھے کے گزرنے کا تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ ہونے کی صورت میں کسی چیز کے گزرنے سے نماز میں فساد نہیں پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا گزرنے والے کی سہولت کے لیے سترہ بنانا مستحب ہے، خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت۔ اس لیے کہ نمازی کی نگاہ حد سترہ تک رہتی ہے، اس سے آگے نہیں جاتی۔ اس طرح اس کے خشوع وخضوع میں کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فساد نماز کے اسباب میں انہی تینوں (عورت، گدھا، کتا) کو کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟ کیا ان کے علاوہ اور کوئی گزرے تو نماز میں فساد نہیں پیدا ہوگا؟ روایات میں تینوں کا تذکرہ ایک ساتھ آیا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورت گدھے اور کتے کے مساوی ہے۔ عورت اشرف المخلوقات میں سے ہے۔ اس کا اسلام میں بلند مقام و مرتبہ ہے۔ یہاں ان کا تذکرہ صرف حکم معین (فساد نماز) کے سیاق میں ہے۔

روایات میں نماز ٹوٹنے سے مراد اس میں نقص وعیب ہونا ہے، اس کا باطل ہونا مراد نہیں ہے، کیوں کہ بغیر سترہ کے نمازی کے سامنے سے کوئی گزر جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی، البتہ نمازی کے خشوع وخضوع میں کمی آجاتی ہے۔ اس کا دل ذاتِ الٰہی کے

علاوہ دیگر چیزوں میں مشغول ہوجاتا ہے، جونماز میں کمی کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ کہ سترہ کا مقصد نگاہ کو دیگر اشیاء میں مشغول ومنہمک ہونے سے روکنا اورنمازی کی نماز میں خلل ڈالنے والی چیزوں سے محفوظ رکھنا ہے، تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنی نماز ادا کرے ۔بغیر سترہ کے نمازی کے سامنے سے عورت کے گزرنے سے نماز میں فساد پیدا ہونے کی علت یہ ہے کہ نمازی اس کے گزرنے سے فتنہ میں مبتلا ہوجائے گا۔ برخلاف مرد کے کہ اس کے گزرنے سے نمازی کے اس طرح کے کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ گدھا اور کتا کے گزرنے سے نماز فاسد ہونے کی علّت دوسری ہے۔ مثلاً یہ کہ ان کی آواز سے نمازی کی توجہ اور انہماک میں خلل پڑے گا۔

حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عورت کی حیثیت کو کم تر بتلانا مقصود نہیں ہے اور یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اس کے گزرنے سے نماز باطل ہوجائے گی، بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے نمازی کی توجہ میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اسی کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی روایات سے ملتا ہے کہ ان کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیٹے رہنے کی وجہ سے آپؐ کی نماز میں خلل واقع نہیں ہوا۔ اسی لیے آپؐ نے انھیں سامنے سے ہٹ جانے کے لیے نہیں کہا۔ اس طرح کے عوارض پیش آنے کا اندیشہ ہوتا تو آپؐ ضرور منع فرما دیتے۔ اس حدیث کی تشریح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور جمہور سلف وخلف بیان کرتے ہیں کہ ان تینوں (عورت، گدھا، کتا) میں سے کسی کے یا ان کے علاوہ کسی اور کے گزر جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ان حضرات نے اس حدیث کی، جس میں عورت کے گزر جانے سے نماز ٹوٹ جانے کا تذکرہ ہے، یہ تاویل کی ہے کہ ان میں توجہ ہٹ جانے کی بات کہی گئی ہے، جس کی وجہ سے نماز میں نقص پیدا ہوجاتا ہے، وہ باطل نہیں ہوتی۔ یہی استدلال حضرت عائشہؓ اور ان کے بعد علماء کرام نے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورت کے نمازی کے سامنے لیٹے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ بعض علماء نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیوں کہ اس سے نمازی کی توجہ ہٹنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس معاملے میں نبی ﷺ کا استثناء تھا۔ پھر آپؐ کے ساتھ ایسا رات میں پیش آتا تھا اور اس زمانے میں گھروں میں رات میں چراغ نہیں جلتے تھے۔ ۲۲ے

امام بخاریؒ نے اس حدیث کی روایت بطلان نماز کے سیاق میں نہیں کی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک نمازی کے آگے سے عورت کے گزرنے سے زیادہ اس کے نمازی کے سامنے لیٹے رہنے سے اس کی توجہ ہٹنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کی نماز میں خلل واقع نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر کسی شخص کی توجہ نہ ہٹے تو اس کے سامنے سے عورت گزرے یا مرد، اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ۲۳؎

## ۳۔ کیا عورت میں ٹیڑھ ہوتی ہے؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**استوصوا بالنساء، فأن المرأة خلقت من ضلع، وان أعوج شيئ في الضلع أعلاه، فان ذهبت تقيمه كسرته، وان تركته لم يزل أعوج، فاستوصوا بالنساء** ۲۴؎

(عورتوں کے ساتھ اچھا برتاو کرو۔ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا اس کا بالائی حصہ ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کروگے تو اسے توڑ دوگے اور اگر اسے چھوڑ دوگے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔)

اس حدیث کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مردوں سے خطاب ہے۔ اس کی ابتدا میں آپؐ نے عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی اور اسی ہدایت پر خطاب کا اختتام بھی ہوا۔ ایک روایت میں 'استوصوا بالنساء' کے بعد 'خیراً' کا اضافہ ہے۔ ۲۵؎ ان دونوں حدیثوں میں اس جملے کی تکرار ہے۔ یہ انداز کلام نبویؐ میں عام ہے۔ ۲۶؎ اہلِ عرب کا طریقہ تھا کہ کسی اہم اور قابل توجہ کام کی ترغیب دینے کے لیے الفاظ کی تکرار اور اعادہ کرتے تھے، تاکہ سننے والے اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں۔ ۲۷؎ حضور ﷺ نے بھی یہی اسلوب اختیار کیا، کیوں کہ آپؐ بھی اہل عرب کی زبان اور اسلوب میں ہی بات کرتے تھے۔ ان کے اسلوب کی خاصیت یہ تھی کہ اس میں تاکید اور تفہیم کے لیے تکرار پائی جاتی ہے۔ ۲۸؎ اللہ کے رسول ﷺ نے **استصو بالنساء خیراً** کی تکرار فرمائی، تاکہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے، اس کی جانب ان کی توجہ زیادہ ہو جائے اور وہ صنف نازک کے ساتھ حسن سلوک، نرمی و آسانی اور عزت و شرف کا برتاؤ کریں۔ اس حدیث میں لفظ

'استوصوا' باب استفعال سے ہے، جو مقصد کے حصول میں مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے: ''اس میں طلب پائی جاتی ہے، یعنی عورتوں کے معاملے میں اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت اپنے آپ سے حاصل کرو، یا یہ مطلب ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں میری ہدایت قبول کرو''۔۲۹؎ اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور انسان میں سب سے زیادہ ٹیڑھ اس کے بالائی حصے میں ہوتی ہے''۔ یہ بات بھی آپؐ نے جملۂ موکدہ کے ذریعہ فرمائی، تاکہ مخاطبین کے ذہن میں پختہ طور سے بیٹھ جائے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کے اوپری حصے میں سب سے زیادہ ٹیڑھ ہوتی ہے۔ گویا آپؐ اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ عورت پسلی کی اوپری حصے کے مانند ہے، جس میں سب سے زیادہ ٹیڑھ ہوتی ہے۔

عورت کو پسلی کے اوپری حصے سے تشبیہ دینے میں اس کے وصف کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ پسلی کا اوپری حصہ جھکا ہوا ہوتا ہے۔ اس ارشادنبویؐ کا مقصد عورت کی فطرت میں پوشیدہ اس کے وصف (جھکنا، دوسروں کا خیال رکھنا، ان کی حفاظت کرنا) کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا ہے، جو اس کو مردوں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ تو عورت کا قابل تعریف وصف ہے، نہ کہ قابل مذمت وصف۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے اس وصف کا تذکرہ کرکے مردوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، اس لیے کہ عورتوں کی خلقت ان سے مختلف ہے۔ قرآن میں ہے: وَلَیْ □ سَ الذَّکَرُ کَالأُنثَی۔ آل عمران: ۳۶۔ (مرد عورت کی طرح نہیں ہے۔) اس مضمون کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **المرأۃکا لضلع ، ان أقمتھا کسرتھا، وان استمتعت بھا استمعت بھا و فیھا عوج** ۳۰؎ (عورت پسلی کی مانند ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کروگے تو اسے توڑ دوگے اور اگر اس میں ٹیڑھ باقی رہتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھانا چاہوگے تو اٹھا سکتے ہو۔)

اس روایت میں تشبیہ کی صراحت ہے۔ عورت کو پسلی کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ پسلی کی ایک مخصوص شکل اور مخصوص وصف ہے۔ یہ جسم انسانی کا ایک عضو ہے، جو اپنی منحنی شکل کی وجہ سے اندرونی اعضاء (قلب، جگر وغیرہ) کی حفاظت کرتا ہے۔

پسلی کا ٹیڑھا پن اس کا کوئی عیب یا نقص نہیں ہے، بلکہ اس کا حسن ہے۔

نبی ﷺ نے ٹیڑھ پن میں عورت کو پسلی سے تشبیہ دی ہے۔ گویا عورت اپنے مخصوص مزاج کے ذریعہ خاندان کی نگہ داشت کرتی ہے، اس کے ساتھ محبت وشفقت، مہربانی وغم خواری اور لطف وعنایت سے پیش آتی ہے۔ یہ عورت کی وہ اہم خصوصیت ہے جو اس کو فطرت کی عطا کردہ ذمہ داریوں اور مقاصد کی تکمیل میں اہم رول ادا کرتی ہے اور اسے حمل ورضاعت، حضانت وتربیت وغیرہ کو اچھی طرح انجام دینے پر آمادہ کرتی ہے۔ انھی باتوں کے پیشِ نظر نبی ﷺ نے مخاطبین سے عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ آپؐ نے فرمایا: ''اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اسے توڑ دوگے۔'' اس سے آپؐ کا مقصد لوگوں کی توجہ اس جانب مبذول کرانا تھا کہ اگر وہ عورت کی فطرت اور مزاج کے خلاف اس کے ساتھ برتاؤ کریں گے تو اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور عائلی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ برا سلوک کرنے سے اس کو تکلیف پہنچے گی اور اس کے جذبات مجروح ہوں گے، جس طرح اگر پسلی کو سیدھا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے تو عائلی زندگی خوش گوار رہے گی۔

حدیث میں لفظ '**استمتعت**' کی تکرار ہے۔ اس سے عورت کے ساتھ حسن سلوک، خاطر مدارات مقصود ہے۔ اسی لیے امام بخاری نے اس پر یہ باب (عنوان) قائم کیا ہے: **المدارۃ مع النساء**۔ (عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا بیان۔) شارح صحیح بخاریؒ امام ابن بطالؒ فرماتے ہیں: ''اہل ایمان کے اچھے اخلاق میں سے **مدارات** بھی ہے۔ اس سے مراد ہے لوگوں کے ساتھ تواضع اور انکسار سے پیش آنا، نرمی سے بات کرنا اور درشتی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ یہ باہم محبت والفت کے اسباب میں سے ہے''۔[۱۳]

قرآن کریم میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے: **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ۔النساء:۱۹۔ (اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔) اسی بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے '**استوصوا النساء**' (عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو) سے ادا فرمایا ہے۔ زیر بحث روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول

ﷺ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے شدید خواہاں رہتے تھے۔ آپؐ کا سلوک اپنی ازواج کے ساتھ محبت ومودت پر مبنی تھا اور صحابہ کرام سے بھی آپ یہی چاہتے تھے۔

## ۴۔ کیا عورت فتنہ ہے؟

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ما ترکتُ بعدی فتنةً أضرّ علی الرجال من النساء** ۳۲۔ (میرے بعد مردوں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ عورتوں کا ہوگا۔) اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایک زمانے میں مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ اور خسارے کا سبب عورت ہوگی۔ اس میں فتنہ کو عورت سے منسوب کیا گیا ہے اور اس کو اسم تفضیل کے صیغے سے بیان کیا گیا ہے۔

عربی زبان میں فتنہ کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟ تہذیب اللغۃ میں ہے: ''فتنے کی اصل اس جملے سے ماخوذ ہے: **فتنت الفضة و الذهب** ۳۳۔ (تم نے سونے چاندی کو آگ میں پگھلایا، تاکہ اس کا کھوٹا حصہ کھرے حصے سے الگ ہو جائے۔) قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے: کہا جاتا ہے: **فتنت الفضة علی النار** (تم نے چاندی کو خالص کرنے کے لیے آگ پر پکایا۔) پھر اس کا ستعمال ناپسندیدہ چیز کی جانچ کرنے کے لیے ہونے لگا۔ پھر اسے ناپسندیدہ چیزوں کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ چنانچہ کبھی اس کا ستعمال کفر کے معنیٰ میں ہوا ہے: **وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ**۔ البقرۃ: ۲۱۷۔ (لوگوں کو کفر وشرک کی طرف پھیرنا قتل سے بڑا جرم ہے۔) کبھی اس کا استعمال گناہ کے معنیٰ میں ہوا: **أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا**۔ التوبۃ: ۴۹۔ (وہ گناہ میں مبتلا ہو گئے۔) فتنہ کے اصلی معنیٰ آزمائش وجانچ کرنے کے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ**۔ التغابن ۱۵۔ (تمہارے مال اور اولاد سراسر تمہاری آزمائش ہیں۔) کبھی فتنہ کا لفظ آگ میں جلانے کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ**۔ البروج: ۱۰۔ (بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو آگ میں جلایا۔) اسی معنیٰ میں ہے: **اعوذ بک من فتنة النار** ۳۴۔ (میں آگ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لفظ 'فتنة' مختلف معانی میں مستعمل ہے۔زیر بحث حدیث میں عورت کو'فتنہ' سے تعبیر کیا گیا ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں فتنہ سے کیا مراد ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عورت کو' فتنہ' آزمائش کے معنیٰ میں کہا گیا ہے۔اس کے ذریعہ مرد کوآزمایا جاتا ہے اوراس کا امتحان لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد وزن کی فطرت میں ایک دوسرے کی جانب میلان اور محبت کا جذبہ رکھا ہے۔ یہ میلان فطری ہے۔ان میں سے ہر ایک دوسرے کی جانب میلان رکھتا ہے۔ لیکن عورت کے اندر کشش زیادہ ہوتی ہے اور مرد اس کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔اس میلان کی وجہ سے بسا اوقات مرد حرام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، عبادت اور خیر کے کاموں سے روگردانی کرنے لگتا ہے۔اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے مرد کو ہوشیار کیا ہے کہ عورتوں سے شدت تعلق کی بنا پر آزمائش میں نہ پڑیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث میں عورت کے لیے 'فتنہ' کا جو لفظ وارد ہوا ہے اس سے قطعاً اس کی حقارت و ذلت، نقص وعیب، اس کے وقار کو مجروح کرنا اور اس کی قدر گھٹانا مراد نہیں ہے، بلکہ اسلام میں عورت کا ممتاز اور قابل لحاظ مقام و مرتبہ ہے۔ یہ حدیث بیان کر رہی ہے کہ عورتیں مردوں کے لیے سب سے سخت اور دشوار امتحان ہیں۔اس لیے کہ ان میں مردوں کے لیے کشش پائی جاتی ہے اور ان کی محبت میں وہ بعض اوقات غلط کام کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ مردوں کو اس سے ڈرایا گیا ہے اور انھیں متنبہ کیا گیا ہے۔

ایک روایت حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو انھوں نے فرمایا: شادی کرلو، کیوں کہ اس امت کے نیک لوگوں کی اکثریت عورتوں کی ہے۔ ۳۵ اس سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ عورتوں کا وجود باعث خیر وصلاح ہے، نہ کہ وہ شر اور گناہ کا موجب ہے۔

## ۵۔ کیا اکثر عورتیں جہنمی ہیں؟

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اطلعت فی الجنة فرأیت أکثر أهلها الفقراء، و اطلعت فی النار فرأیت أکثر أهلها النساء**۳۶ (میں نے جنت میں دیکھا تو اس کے اکثر لوگ فقراء تھے اور میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں۔)

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ کے جنت و جہنم کے مشاہدے کا تذکرہ ہے۔ آپؐ نے اہل جنت اور اہل جہنم کے بارے میں خبر دی ہے اور اس کو صیغۂ ماضی سے تعبیر کیا ہے، جس سے اس خبر کا یقینی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ نے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اس کے ذریعہ مخاطبین کو یہ احساس دلایا ہے کہ جنت میں فقراء کی اکثریت اور جہنم میں عورتوں کا غلبہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل جنت سب کے سب فقراء نہیں ہوں گے، بلکہ اس میں دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔ اسی طرح جہنم میں صرف عورتیں ہی نہیں ہوں گی، بلکہ دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔ اس مضمون کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں: **قمت علی باب الجنة، فکان عامة من دخلها المساکین و أصحاب الجد محبوسون غیر أن أصحاب النار قد أمر بهم الی النار، و قمت علی باب النار فاذا عامة من دخلها النساء**''۳۷ (میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر لوگ مساکین ہیں۔ مال داروں کو روک لیا گیا ہے اور اہل جہنم کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں جانے والی زیادہ تر عورتیں ہیں۔)

اس حدیث میں بھی اہل جنت اور اہل جہنم کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور اس کو فعل ماضی سے تعبیر کیا ہے، تاکہ اس خبر پر یقین کامل ہو جائے۔ اس حدیث میں لفظ 'عامۃ' آیا ہے۔ اس سے پہلے والی حدیث میں لفظ 'اکثر' تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں صرف عورتیں نہیں ہوں گی۔ پھر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم میں عورتیں محض

عورتیں ہونے کی وجہ سے جائیں گی؟ ایسا نہیں ہے۔ بہت سی عورتیں بڑی پرہیز گار، متقی، نیک و صالح ہوتی ہیں۔ ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت خدیجہؓ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ۳۸؎ ایک حدیث میں حضرت فاطمہؓ کو جنت کی عورتوں کی سردار کہا گیا ہے۔ ۳۹؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنت و جہنم میں داخلہ کا معیار مرد یا عورت ہونا نہیں ہے، بلکہ اس کے دیگر معیارات ہیں۔

اس مضمون کی ایک دوسری حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **أريت النار فاذا أكثر أهلها النساء، يكفرن، قيل: أيكفرن بالله؟ قال: يكفرن العشير ويكفرن الاحسان، لو أحسنت الى احداهن الدهر، ثم رأت منك شيئاً قالت ما رايت منك خيراً قط** ۴۰؎ (مجھ کو جہنم دکھائی گئی، تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔ وہ نافرمان ہوتی ہیں۔ سوال کیا گیا: کیا وہ اللہ کی نافرمانی کرتی ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: وہ اپنے شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں اور ان کی احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم اپنی بیوی کے ساتھ زندگی بھر حسن سلوک کرو، لیکن کسی دن وہ تمھاری طرف سے اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات دیکھے تو فوراً کہہ دیتی ہے کہ تم نے آج تک میرے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ نہیں کیا۔)

اس حدیث کا سیاق یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد خطبہ دیا تو اس میں یہ بات بیان کی۔ اس حدیث میں لفظ '**یکفرن**' (وہ ناشکری کرتی ہیں) کا اضافہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جو عورت بھی اس کا ارتکاب کرے گی وہ جہنم میں جائے گی۔ محض عورت ہونے کی وجہ سے وہ جہنم کی مستحق نہیں بنے گی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے '**یکفرن**' کا صیغۂ مضارع استعمال کیا، یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ عورتوں کی جانب سے ناشکری کا مظاہرہ بار بار ہوتا ہے، تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ حدیث میں '**عشیر**' کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد علماء کے نزدیک شوہر ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں اس کی

تشریح کی ہے: **وهو الزوج وهو الخليط من المعاشرة** [۴۱] (اس سے مراد شوہر ہے، جس کے ساتھ رہن سہن ہوتا ہے۔)

اگر چہ اس حدیث کے مخاطب خاص ہیں، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اس میں عام بات کہی ہے۔ کیوں کہ اس میں ایک نفسیاتی رویہ کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ انسان کی طبیعت میں داخل ہے کہ وہ کسی ایک معاملے کی وجہ سے تمام بھلائیوں اور احسانات کو فراموش کر دیتا ہے۔ عورت کی طبیعت پر جذبات کا غلبہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس سے اس رویے کا اظہار جلد ہو جاتا ہے اور وہ جذبات سے مغلوب ہو کر حد سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ اس حدیث کا مقصد عورتوں کی تربیت اور ان کی صحیح رہ نمائی کرنا ہے کہ وہ اس برے وصف سے دور رہیں اور اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

اسی مفہوم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد آپ عورتوں کے پاس گئے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: **یامعشر النساء! تصدّقن، فانّي أريتكن أكثر أهل النار، فقلن: وبم يارسول الله؟ قال: تكثرن اللعن وتكفرن العشير** [۴۲] (اے عورتو! صدقہ کرو۔ اس لیے کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ جہنم میں سب سے زیادہ تمہاری تعداد ہے۔ عورتوں نے کہا: کیوں، اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپؐ نے فرمایا: تم بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔)

اس حدیث کے سیاق میں خطاب اگر چہ موجود عورتوں سے ہے، لیکن مراد وہ تمام عورتیں ہیں جو شوہروں پر لعن طعن اور ان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ باتیں عورتوں کو محتاط رہنے، انھیں متنبہ کرنے اور عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے ارشاد فرمائی ہیں۔ ان سے ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح مقصود ہے۔ ان سے عورتوں کی تذلیل و تحقیر، مذمت و ملامت اور نقص و عیب مقصود نہیں ہے۔ اس سے یہ حقیقت واشگاف ہوگئی کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ان کے عورت ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ ناشکری کی وجہ سے ہوگی۔ اسی لیے آپؐ نے انھیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی، اس لیے کہ صدقہ جہنم سے بچاتا ہے اور گناہوں کو مٹانے کا ذریعہ ہے۔

## ۶۔ کیا عورتوں کے عقل اور دین میں کمی ہے؟

حدیث بالا میں یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **مارأیت من ناقصاتِ ◻ ِعقلِ ◻ ِو دین أذھب للبّ الرجل الحازم من احداکن**۔ ۴۳؎ (میں نے تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا جو عقل اور دین کے معاملے میں ناقص ہو، لیکن وہ ہوشیار مرد کی عقل کو گم کردے۔)

اس حدیث میں کوئی قاعدۂ کلیہ یا کوئی عام حکم نہیں بتایا گیا ہے، جو عورتوں کے معاملے میں پایا جاتا ہے۔ آں حضرت ﷺ کی تعبیر 'ناقصات العقل' سے یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ عورت کی عقل اور فکری صلاحیتیں مرد سے کم تر ہوتی ہیں، لیکن یہ احتمال آپ کے اس ارشاد سے دور ہوجاتا ہے کہ ''عورت ہوشیار مرد کی عقل کو گم کردیتی ہے''۔ اگر عورت 'ناقصات العقل' میں سے ہوتی تو کیسے عقل مند مرد کی عقل کو قابو میں کرلیتی۔ درحقیقت اس حدیث میں مردوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت کا، جو عورتوں میں پائی جاتی ہے، تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں عورت کی قدر و منزلت کو کم نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس کا اثبات کیا گیا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی اعتراض کرے کہ کیا اس حدیث سے عورتوں کی تذلیل و تحقیر نہیں ہوتی؟ تو میں کہوں گا کہ نہیں، بلکہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے اس تعجب کا اظہار ہوتا ہے کہ عورت فطری طور پر کم زور ہونے کے باوجود عقل مند مردوں پر غلبہ حاصل کرلیتی ہے''۔ ۴۴؎

حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے وضاحت بھی موجود ہے کہ عورتوں کے ناقصات العقل و الدین ہونے کا کیا مفہوم ہے؟ عورتوں کے اس سوال پر کہ ناقصات العقل کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے ان سے استفسار کیا کہ کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے؟ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: ''کتنے لطیف انداز میں آپؐ نے جواب دیا۔ آپؐ نے نہ کسی قسم کی ناگواری ظاہر کی اور نہ ان کی ملامت و مذمت کی''۔ ۴۵؎ عورتوں کے سوال کا 'استفہام تقریری' (کہ مخاطب سے ہی اقرار و تصدیق ہوجائے) کے ذریعہ جواب دیا، تاکہ یہ بات ان کے ذہنوں میں اچھی طرح راسخ ہوجائے۔ آپؐ کا اشارہ اس

ارشاد باری کی طرف تھا: وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ۔ البقرۃ: ۲۸۲۔ (اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنھیں، تم گواہوں میں سے پسند کرلو، تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے۔)

حدیث میں عورتوں کی سرزنش اور ملامت نہیں کی گئی ہے اور نہ انھیں حقیر اور کم تر قرار دیا گیا ہے، بلکہ ان کے نقصِ عقل کی توجیہ پیش کی گئی ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔ آیت قرآنی میں اس کی علّت دو الفاظ (تَضِلَّ اور تُذَكِّرَ) سے بیان کی گئی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فکری صلاحیت کے معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان فرق ہے اور حواس اور ذہانت کے معاملے میں بھی ان کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔

'ضلال' کے معنیٰ سیدھی راہ سے انحراف کے آتے ہیں۔ اس کا استعمال بھول چوک کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے اور تذکیر کا معنیٰ ہے توجہ دلانا۔ جو شخص بھی واقعہ کے ایک پہلو کو مدنظر رکھ کر سوچے گا اور دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دے گا، وہ خواہ مرد ہو یا عورت، اس کا غور وفکر ناقص ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل میں کمی کا مطلب غور و فکر کی صلاحیتوں میں کمی یا دماغ کی بناوٹ میں نقص نہیں ہے۔ یہ کمی ان خارجی اسباب و عوامل میں ہوتی ہے جو غور وفکر پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان سے عورت بہت جلد متاثر ہوجاتی ہے، کیوں کہ اس کی فطرت میں جذبات کا غلبہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے فطری جذبات سے مغلوب ہو کر اشیاء کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے۔ اس کے جذبات بسا اوقات اس کی عقل پر غالب آجاتے ہیں۔ موجودہ دور کے ایک محقق شیخ محمد علی صابونیؒ نے لکھا ہے:

"مرد کی عقل اس کے جذبات پر غالب رہتی ہے، جب کہ عورت کے جذبات اس کے عقل پر غالب رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ اگر عورتوں میں جذبات کی فراوانی نہ ہوتی تو بچوں کی پرورش صحیح طریقے سے نہ ہو پاتی۔ تربیتِ اطفال کے لیے قوی جذبات مطلوب ہیں نہ کہ عقلی فلسفہ"۔ ۴۶ ؎

اپنے اسی جذبے اور رقّت کی وجہ سے عورت مرد پر غالب آجاتی ہے، جیسا کہ

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے۔ رہی بات عورتوں کے دین میں نقص کی تو اس کا جواب بھی اللہ کے رسول ﷺ نے 'استفہام تقریری' میں دیا۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ تم حیض کی حالت میں روزہ اور نماز نہیں پڑھ سکتیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، تو آپؐ نے فرمایا: تمہارے دین میں نقص کا یہی مطلب ہے۔ اس جواب سے عورتوں کی تحقیر مقصود نہیں تھی، بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے جو شرعی رخصتیں دی ہیں اور اس طرح ان کے ساتھ جو نرمی و آسانی کا معاملہ کیا ہے اس کو بتلانا مقصود ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں عورت کو مرد سے کم تر نہیں دکھلایا گیا ہے، بلکہ نقص عقل اور 'نقص دین' کی تعبیرات کے ذریعہ دونوں کے مزاج میں پائے جانے والے فرق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نقص دین سے خاص کمی مراد ہے، جو عبادات کے معاملے میں حیض کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ یہ عورتوں کے لیے کوئی قابل گرفت چیز نہیں ہے۔ اور عقل کے نقص سے مراد ذہانت و فطانت، دانش مندی و ہوشیاری یا غور و فکر کی استعداد میں کمی نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو ودیعت فرمائی ہے، بلکہ اس سے صرف اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ عورت اپنے جذبات کے غلبے اور مزاج کی رقت و نرمی کی وجہ سے گواہی کو درست طریقے سے منضبط نہیں کر پاتی۔

احادیث میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے عورت کے علمی و فکری تفوق کا اظہار ہوتا ہے اور اسلام میں اس کے عظیم مقام و مرتبے کا ثبوت ملتا ہے۔ بے شمار لوگوں نے خواتین کے علم و فضل، فقاہت و ذہانت سے استفادہ کیا ہے اور وہ اپنی وسعت علمی اور اعلیٰ صلاحیت کی وجہ سے مردوں سے فائق رہی ہیں۔

## ۷۔ کیا عورت کی حکم رانی باعثِ تباہی ہے؟

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو جب اطلاع ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکم راں بنالیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: **لن یفلح قوم ولّوا أمرھم امرأۃ** [۴۷] (وہ قوم ہرگز کام یاب نہیں ہوسکتی جو اپنا حکم راں کسی عورت کو بنا لے۔) اس حدیث کا پس منظر یہ ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور

ﷺ نے شاہِ ایران کسریٰ کو اسلام کی دعوت دی اور اس کے پاس خط بھیجا تو اس نے مکتوب نبویؐ کو چاک کر دیا۔ اس پر آپؐ نے اسے بد دعا دی اور فرمایا: ''اللہ ان لوگوں کے بھی ٹکرے ٹکرے کر دے''۔ ۴۸؎ اللہ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی اور کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا۔ پھر اس نے اپنے بھائیوں کو بھی قتل کر دیا۔ جب حکم راں خاندان میں کوئی مرد نہ بچا تو لوگوں نے اس کی بیٹی کو حکم راں تسلیم کرلیا۔ یہ خبر حضور ﷺ کے پاس آئی تب آپؐ نے یہ بات فرمائی تھی۔☆

اللہ کے نبی ﷺ کے اس ارشاد سے عورت کی ذلت وحقارت یا اس کی قیادت و سیادت کی صلاحیت میں کمی کا مفہوم نہیں لیا جا سکتا اور نہ اس سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ عظمت وشرافت، لیاقت اور صلاحیت میں عورت مرد کے برابر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ عورت جاہل اور علوم وفنون سے بے بہرہ ہے اور اس کے اندر ذکاوت وفطانت نہیں ہوتی، بلکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس کی فطری صلاحیتوں کو پیش نظر رکھ کر ہی اس پر ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ اس طرح حقیقت میں اسلام نے اس کی عزت افزائی کی ہے۔ اس نے اس پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا جو اس کے مزاج اور ذوق کے خلاف ہو۔ اس سے عورت میں کسی قسم کے نقص وعیب اور ذلت وحقارت کا اشارہ نہیں ملتا، بلکہ اس سے ان احکام شریعت پر عمل ہوتا ہے جو اس نے فساد واختلاط، تنہائی میں اجنبیوں اور غیر محرموں سے ملاقات، بغیر محرم کے سفر اور بے حجابی وغیرہ سے بچنے کے لیے دیے ہیں۔

احادیث نبویؐ میں مذکور بہت سے واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ عورتوں نے شریعت اسلامیہ کی پابندی کرتے ہوئے زندگی کے تمام اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی امور میں شرکت کی ہے، البتہ ان کے تخلیقی احوال اور فطری ونفسیاتی صلاحیتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے بعض امور میں ان کی خدمات نہیں لی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے مردوں کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی ہے، ان میں زخمیوں کی تیمارداری کی ہے، پیاسوں

☆اس حدیث کی روشنی میں عورت کی امامت وقیادت اور اس سے متعلق موضوعات پر راقم نے اپنی کتاب (عورت۔ اسلامی معاشرے میں) میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو، چودھواں ایڈیشن، ص ۲۶۶۔۲۸۶، ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی ۲۵ (جلال الدین)

کو پانی پلایا ہے، نماز اور حج وعمرہ میں شرکت کی ہے، حضور ﷺ سے براہ راست علم حاصل کرنے میں پیش پیش رہی ہیں، دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے امور میں شرکت کی ہے۔ معاشرے کی تاسیس وتشکیل، درس وتدریس، فتویٰ، طب وغیرہ کے شعبوں میں ان کی نمایاں کارکردگی رہی ہے۔ امت کے ملی، دینی، سیاسی اور سماجی کاموں میں انھوں نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ اہم معاملات میں ان کی آراء کو تسلیم کیا گیا ہے اور ان کے حقوق واختیارات کو محدود نہیں کیا گیا ہے۔

## حواشی ومراجع


۱۔ ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، تحقيق عبد السلام محمد ہارون، دار الفكر، ۱۹۷۹م، مادہ: 'س وق'

۲۔ الزمخشری، أساس البلاغة، تحقیق: محمد باسل عیون، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ۱۹۹۸م، مادہ: 'س وق'

۳۔ ابن دقيق العيد، احكام الاحكام شرح عمدة الأحكام، تحقيق: مصطفى شيخ مصطفى و مدثر سندس، ۲۰۰۵م ج ۲ ص ۲۱۔

۴۔ ابراهيم فتحي، معجم المصطلحات الأدبية، المؤسسة العربية للناشرين المتحدين، تونس، ۱۹۸۶م، ص ۲۰۱۔۲۰۲

۶۔ الخطيب القزويني، الايضاح في علوم البلاغة، دار احياء العلوم، بيروت، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳

۶۔ یہ مقولہ مشہور شاعر حطیئہ کے ایک شعر میں آیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے: دیون الحطيئة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۴

۷۔ ابن حزم، الاحكام في اصول الاحكام، تحقیق احمد محمد شاکر، دار الآفاق الجديدة بيروت، ۳/ ۱۱۸

۸۔ شاطبی، الموافقات في اصول الشريعة، تحقیق: ابوعبیدة، دار ابن عفان، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء، ۴/ ۲۷

۹۔ ابن قيم الجوزية، بدائع الفوائد، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان، ج ۴، ص ۹

۱۰۔ صحيح البخاری، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ لمن ظلل عليه واشتد الحر، حديث ۱۹۴۶

۱۱۔ صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب، ما يتقى من شؤم المرأة: حديث ۵۰۹۳

۱۲۔ صحيح البخاری، كتاب، الجهاد والسير باب ما يذكر من شؤم الفرس، حديث ۲۸۵۸

۱۳۔ صحيح البخاری، كتاب الطب، باب الطيرة، حديث ۵۷۵۳، باب لا عدوى، حديث ۵۷۷۲

۱۴۔ صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة، حديث ۵۰۹۴

۱۵۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأۃ، حدیث ۵۰۹۵، کتاب الجہاد ولسیر، باب ما یذکر من شؤم الفرس، حدیث ۲۸۵۹
۱۶۔ الطبری، تھذیب الآثار وتفصیل الثابت عن رسول اللہ ﷺ من الآخبار، تحقیق محمود محمد شاکر، مطبعۃ المدنی، القاھرۃ، ج ۳ص ۳۲
۱۷۔ الالبانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ وشیٔ من فقھھا وفوائدھا، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ۱۹۹۵ء، ج۱،ص ۸۴۰۔
۱۸۔ مسند احمد، مسند عائشہؓ، حدیث ۲۶۰۳۴
۱۹۔ صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب استقبال الرجل صاحبہ أو غیرہ فی صلاتہ وھو یصلی، حدیث: ۵۱۱، باب من قال لا یقطع الصلاۃ شیٔ، حدیث ۵۱۴، باب ھل یغمز الرجل امرأتہ عند السجو دولکی یسجد، حدیث ۵۱۹، باب الصلاۃ الی السیر، حدیث ۵۰۸، باب: الصلاۃ علی الفراش، حدیث: ۳۸۲۔ باب التطوع خلف المرأۃ، حدیث ۵۱۳، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب یا یجوز من العمل فی الصلاۃ، حدیث ۱۲۰۹
۲۰۔ صحیح مسلم، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، کتاب الصلاۃ، باب قدر مایستر المصلی، حدیث: ۵۱۱۔
۲۱۔ صحیح البخاری، کتاب: الصلاۃ، باب: سترۃ الامام سترۃ من خلفہ، ح: ۴۹۵۔
۲۲۔ النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع دوم، ۱۳۹۲ھ، ۴/ ۲۲۷۔۲۲۸
۲۳۔ بدر الدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۴/ ۲۹۶، فتح الباری، ۱/ ۵۸۷
۲۴۔ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وذریتہ، حدیث: ۳۳۳۱۔
۲۵۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، حدیث: ۵۱۸۶۔
۲۶۔ ملاحظہ کیجیے، عز الدین السدید، الحدیث النبوی الشریف من الوجھۃ البلاغیۃ، دار القراء بیروت ۱۹۸۴ء، طبع اول، ص ۸۰
۲۷۔ ابن فارس، الصاجی فی فقہ اللغۃ العربیۃ ومسایلھا وسنن العرب فی کلامھا، ناشر: محمد علی بیضون، ۱۹۹۷ء/ ۱۸ ۱۴ھ، ص ۱۵۸
۲۸۔ امیمۃ بدر الدین، التکرار فی الحدیث النبویؐ، مقالہ در مجلہ جامعۃ دمشق، جلد ۲۶، شمارہ ۱۔ ۲،

۲۰۱۰ء، ص ۶۷
۲۹۔ شرف الدین الطیبی، شرح مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق عبد الحمید الھنداوی، مکتبہ نزاد مصطفی الباز، مکہ مکرمہ وریاض، سعودی عرب، ۱۹۹۷ء طبع اول، ۷/ ۲۳۲۶
۳۰۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المداراۃ مع النساء، حدیث: ۵۱۸۴
۳۱۔ ابن بطال، شرح صحیح البخاری، تحقیق ابو تمیم یاسر بن ابراھیم، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۲۰۰۳ء، طبع دوم، ج۹، ص ۳۰۵۔
۳۲۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المراۃ، حدیث ۵۰۹۶
۳۳۔ تہذیب اللغۃ، مادۃ: ف ت ن۔
۳۴۔ مشارق الانوار علی صحاح الاثار، ۲/ ۲۸۰
۳۵۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، حدیث، ۵۰۶۹
۳۶۔ صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانھا مخلوقۃ، حدیث ۳۲۴۱، ۵۱۹۸
۳۷۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، حدیث ۵۱۹۶۔ کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنہ والنار، حدیث ۶۵۴۷
۳۸۔ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلھا، حدیث ۳۸۱۶، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰
۳۹۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث: ۳۶۲۴
۴۰۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب کفران العشیر وکفر دون کفر، حدیث ۲۹۔ کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف جماعۃ، حدیث ۱۰۵۲، کتاب النکاح، باب کفران العشیر، حدیث ۵۱۹۷
۴۱۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کفران العشیر
۴۲۔ صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم، حدیث: ۳۰۴
۴۳۔ صحیح البخاری، حوالہ سابق
۴۴۔ بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، ۳/ ۲۷۲
۴۵۔ ابن حجر، فتح الباری، ج: ۱، ص ۴۰۶
۴۶۔ محمد علی الصابونی، من کنوز السنۃ: دراسات آدبیۃ ولغویۃ من الحدیث الشریف، مکتبۃ الاقصی، مکۃ المکرمۃ، ۱۹۷۰م، ص ۱۵۴
۴۷۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، حدیث: ۴۴۲۵، ۷۰۹۹۔
۴۸۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبیؐ الیٰ کسریٰ وقیصر، حدیث ۴۴۲۴

[ماخذ: سہ ماہی الدراسات الاسلامیہ، اسلام آباد (پاکستان) جلد ۵۱، شمارہ ۴، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۱۶ء]